مدینہ منورہ کے ایک نامور محدث کی رحلت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

حضرت مولانا حبیب اللہ قربان مظاہری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۶۳ھ-۱۴۴۱ھ) = (1943ء-2020ء)

۱۹ رجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۴ مارچ ۲۰۲۰ء کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص وشاگردِ رشید حضرت مولانا حبیب اللہ بن قربان علی مظاہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مدینہ منورہ میں زندگی کی اٹھہتر بہاریں دیکھ کر راہیِ سفرِ آخرت ہوگئے۔

تعلیم وتربیت

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے شمال میں واقع صوبہ ''بہار'' کے شہر ''چمپارن'' سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کی سرکاری تعلیم گاہ اور مقامی دینی درس گاہ میں حاصل کرنے کے بعد ''سہارن پور'' تشریف لے گئے اور جامعہ مظاہر علوم سہارن پور سے ۱۳۹۰ھ میں درسِ نظامی کی تکمیل کی، ان کے اساتذۂ حدیث مولانا محمد یونس جون پوری (صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطأ مالک بروایتِ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ)، مفتی مظفر حسین (سنن ترمذی، شمائل ترمذی اور علل صغیر)، مفتی محمد یحییٰ رحمہم اللہ اور مولانا سید محمد عاقل مدظلہم (سنن اَبی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور موطأ مالک بروایتِ امام یحییٰ لیثی رحمۃ اللہ علیہ) نمایاں ہیں۔ دورانِ تعلیم اور حرمین شریفین کے اسفار میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسوں کے حاضر باش رہے، رمضان سنہ ۱۴۳۹ھ کے آخری عشرہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو اس موقع پر خود فرمایا:

''میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ بخاری میں کافیہ سے جلالین تک چار سال شریک رہا ہوں، شیخ کا ہی نام سن کر سہارن پور پہنچا تھا، داخلہ کے بعد میں تو ''ھدایۃ النحو'' اور ''نور

الإیضاح ''وغیرہ پڑھتا تھا، لیکن بھاگ کر جاتا اور حضرت شیخ کے درسِ بخاری میں اہتمام سے شریک ہوتا تھا، حالانکہ جب میں ''کافیہ'' میں داخل ہوا تو میری عمر گیارہ سال تھی، لیکن غور سے سنتا تھا، اور اس ڈر سے پیچھے چھپ کر بیٹھتا تھا کہ شیخ یہ نہ پوچھ لیں: یہ چھوٹا سا لڑکا کون بیٹھا ہے؟ اور یہ بھی مجھے یاد ہے کہ کس حدیث پر شیخ نے کیا فرمایا تھا؟ شاید ان بخاری پڑھنے والوں کو یاد نہ ہو، لیکن مجھے یاد ہے۔''

فراغت کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے زمانہ میں دیگر امور کے ساتھ شیخ کی جانب سے خط و کتابت کی ذمہ داری مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ ہوتی تھی، حضرت شیخ کی آپ بیتی اور مکاتیب کے مختلف مجموعوں کے آخر میں جابجا بقلم حبیب اللہ کا مصداق مولانا ہی تھے، ایک نجی مجلس میں مولانا نے فرمایا:

''حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتے ہوئے بارہ برسوں میں لگ بھگ پچاس ہزار خطوط تو لکھے ہوں گے، ان خطوط کی مختلف نوعیتیں ہوتی تھیں، حضرت شیخ تمام ڈاک سنتے تھے، پھر بعض خطوط کا جواب لکھنا میرے ذمہ فرمادیتے تھے، بعض کے متعلق مجھے کچھ اشارات بیان فرماتے اور میں ان کا مضمون مرتب کرلیتا تھا، اکثر خطوط ان دو قسموں کے ہوتے تھے، جبکہ کچھ ایسے خالص علمی خطوط ہوتے تھے، جن کے جوابات حضرت املا کرواتے تھے اور بعض اوقات یہ جوابات مفصل اور کئی کئی صفحات پر مشتمل ہوتے تھے۔''

بہرکیف اس دورانیے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے خوب علمی وروحانی فیض حاصل کیا، شیخ کی رحلت کی بعد مولانا' مدینہ منورہ میں ہی مقیم ہوگئے اور ابتدائی دور میں ''مکتبۃ الإیمان'' کی مشغولیت رہی، لیکن بعد ازاں خود کو صرف کتبِ حدیث پڑھنے پڑھانے اور علومِ حدیث کے مطالعہ وتحقیق کے لیے یکسو کرلیا، اس طویل قیام کے دوران ایک سال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، مولانا محمد یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر کراچی میں ان کے ادارے ''معهد الخليل الإسلامي ''میں تدریسِ حدیث کے لیے تشریف لائے تھے، اس کے علاوہ مختلف اداروں کی جانب سے مشیختِ حدیث کی دعوتوں کے باوجود مدینہ منورہ میں قیام کو ترجیح دی اور دیارِ حبیب میں ہی عالمِ عرب و دیگر مسلم ممالک کے اہلِ علم وطلبائے علم ان سے حدیث پڑھتے اور مولانا اجازتِ حدیث سے نوازتے رہے۔ ان اہلِ علم میں شیخ حامد اکرم بخاری (مدرسِ مسجدِ نبوی)، شیخ احمد عاشور، ڈاکٹر حمزہ بکری، شیخ وائل حنبلی، شیخ عبدالرحمٰن نمنکانی اور شیخ حسین شکری حفظہم اللہ وغیرہ نمایاں ہیں۔

عرب علماء کی نظر میں

ا:- شامی محدث اور محقق عالم، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، شیخ مجد مکی حفظہ اللہ

(حال مقیم قطر) کا مولانا سے قدیم تعلق رہا ہے، شیخ مجد نے لکھا ہے:

''شیخ حبیب اللہ قربان کے ساتھ میرا تعارف رمضان سنہ ۱۴۰۰ء میں مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہونے کے بعد ہوا، مدینہ منورہ میں محدث محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں شیخ سے بھی ملاقات رہتی تھی، اس دور میں مدینہ منورہ کا ''مکتبة الإيمان'' جب شیخ کے ہاتھ آیا تو ہمارا تعلق مزید مستحکم ہوگیا، ''مکتبة الإيمان'' اس زمانے میں مدینہ منورہ کے اہم کتب خانوں شمار ہوتا تھا، جہاں مختلف ممالک کی مطبوعات مہیا ہوتی تھیں، میں کتب خانہ میں وقتاً فوقتاً مولانا سے ملتا، شیخ بکثرت اللہ عزوجل کا ذکر کرتے تھے، زبان یادِ الٰہی سے تر رہتی، خرید وفروخت میں نرم خُو تھے، میں اس دورانیہ میں بیروت کے مشہور کتب خانے ''دار البشائر الإسلامية'' کی جانب سے مدینہ منورہ میں وکیل تھا، جب کبھی شیخ سے کتابوں کی خرید وفروخت کا معاملہ ہوتا تو شیخ ادائیگی طے شدہ وقت پر فرماتے تھے۔ اس دوران شیخ کی معیت میں بہت سے مشائخ سے حرمین میں ملاقاتیں رہی ہیں۔''

۲:- شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہی ایک اور شاگرد ڈاکٹر ماجد درویش حفظہ اللہ (طرابلس، لبنان) لکھتے ہیں:

''ایک بار سنہ ۱۹۹۵ء میں، میں نے شیخ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ کی کتاب ''أثر الحديث الشريف في اختلاف الفقهاء'' کے نسخے خریدے، جب شیخ کو علم ہوا کہ میں اپنے طلبا کے لیے یہ نسخے خرید رہا ہوں تو انہوں نے ان کتب کی قیمت وصول کرنے سے انکار کردیا اور اپنی طرف سے بطورِ ہدیہ کتابیں مرحمت فرمائیں۔''

۳:-- فلسطینی عالم استاذ سالم حفظہ اللہ، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رہے ہیں، مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مولانا کی مجلسوں میں حاضر ہوکر استفادہ کرتے تھے، مولانا کی اتباع میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے تبرک کی نیت سے اپنے بیٹے کا نام بھی ''حبیب اللہ'' رکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

''ایک بار میں نے مولانا سے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا:

''امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے محقق ومدقق تھے، حافظ متسرّع ہیں۔''

ان کے بقول مولانا فرماتے تھے:

''تصوف خوابوں کا نہیں، عمل کا نام ہے، بہت سے لوگ خوابوں سے دھوکہ کھاتے ہیں اور یوں شیطان کا کھلواڑ بن جاتے ہیں۔''

انہی کی روایت ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

’’اگر کسی شخص کو کوئی مربی شیخ نہ ملے تو وہ روزانہ اہتمام سے روزانہ ایک ہزار بار درود شریف پڑھے، اللہ تعالیٰ اسے سیدھی راہ پر گامزن رکھیں گے اور آسانی سے مربی تک پہنچ ہو جائے گی۔‘‘

۴:- شامی محقق ڈاکٹر حمزہ بکری حفظہ اللہ (حال مقیم ترکی) کا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رجب ۱۴۲۷ھ سے تعلق رہا ہے، انہوں نے مولانا سے ’’**موطأ إمام مالک**‘‘ بروایتِ یحییٰ لیثی رحمۃ اللہ علیہ دس روز میں پڑھی، اس کے علاوہ کئی کتبِ حدیث پڑھیں اور اجازتِ عامہ حاصل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

’’(۱۴۲۷ھ کی مجلسوں میں) شیخ نے میرے لیے یومیہ دو گھنٹہ مخصوص کر رکھے تھے، نویں دن میں نے بتایا کہ کل میرا مکہ مکرمہ کا سفر ہے، جبکہ کتاب ابھی ختم نہیں ہوئی۔ شیخ نے فرمایا کہ کل صبح چھ بجے آ جانا؛ تاکہ نمازِ ظہر سے قبل ہم کتاب پوری کر لیں؛ کیونکہ ظہر کے فوراً بعد میرا سفر تھا، اگلے روز میں چھ بج کر پانچ منٹ پر پہنچا تو دروازہ کھولتے ہی شیخ نے عتاب آمیز مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا: کیا یہ چھ بجے کا وقت ہے؟ پھر الحمد للہ اسی روز ظہر سے پہلے ہماری کتاب مکمل ہوگئی۔

اگلے برس ۱۴۲۸ھ میں، میں نے شیخ سے ’’**کتاب الآثار**‘‘ بروایت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ پڑھی اور تعلق مزید مضبوط ہوگیا، شعبان ۱۴۳۱ھ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ’’**الشمائل المحمدیة**‘‘ پڑھی اور ۱۴۳۴ھ میں کتبِ ستہ کے اوائل سے لگ بھگ بیس احادیث پڑھیں۔ بس یہی ہماری آخری ملاقات تھی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متواضع، بااخلاق اور مربی تھے، وعدے کے پابند تھے، زمینی فرش پر بیٹھتے، اردگرد کتابیں ہوتیں، اطراف سے آنے والے طلبائے علم کو کتبِ حدیث پڑھانے میں دن گزارتے، وقت ملتا تو کسی کتاب کے مطالعہ، کسی مسئلہ کی تحقیق یا کسی حدیث کی تحقیق میں مصروف رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قوی حافظہ عطا فرمایا تھا، جب میں ان کے سامنے کوئی کتاب پڑھ رہا ہوتا تو خواہ لغوی و لفظی غلطی ہوتی یا راویوں کے ناموں میں، شیخ اپنے حافظہ کی مدد سے تصحیح فرما دیتے، میں جب تک (عبارت) صحیح پڑھتا جاتا خاموش رہتے، حالانکہ ان کے علم میں ایسے فوائد تھے کہ ہر حدیث کی تشریح و توضیح پر گفتگو کر سکتے تھے، البتہ بعض اوقات میں خود رک کر کسی مناسبت سے کچھ پوچھتا تو شیخ اپنے کلام سے فیضیاب فرماتے۔‘‘

ذوقِ کتب

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو کتابوں کے حصول و خریداری اور ان کے مطالعہ و تحقیق کا بے حد شوق و ذوق

تھا، ہر وقت کتابوں کی جستجو میں رہتے، مختلف اطراف میں چھپی کتابوں کے متلاشی رہتے، بلاشبہ مولانا کتابوں کے عاشق تھے، خاص طور پر صحیح بخاری سے متعلق ہر کتاب انہیں مرغوب تھی، مولانا فرماتے تھے:

''علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے صحیح بخاری کی شرح ''عمدۃ القاری'' کی ''المکتبة المنيرية (مصر)'' کی طباعت میں نے تیس برس قبل سات سو ریال میں خریدی تھی۔''

تیس برس قبل ایک کتاب کے لیے اتنی رقم کافی زیادہ شمار ہوتی تھی، گویا کتابوں کے سلسلے میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی تھا جو کسی شاعر نے بیان کیا ہے:

جمادے چند دادم جاں فریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

یعنی ''میں نے چند ٹھیکریوں (روپوں) کے عوض عزیز از جاں شے حاصل کر لی ہے، شکر ہے کہ یہ سودا ارزاں ہے، گھاٹے کا نہیں۔''

اہم علمی کارنامے

۱:- اپنے استاذ مولانا سید محمد عاقل مدظلہم کی ترتیب دی ہوئی کتابوں ''الحلّ المفهم لصحيح مسلم'' اور ''الفيض السمائي على سنن النسائي'' کی ترتیب میں ان کی معاونت فرمائی۔

۲:- علامہ محمد بن رسول بَرْزَنجی حسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۰۳ھ) کی کتاب ''الإشاعة في أشراط الساعة'' کی اشاعت کا اہتمام کیا، اس کتاب پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مفید تعلیقات ہیں، جن سے کتاب کی اہمیت بڑھ گئی ہے، حضرت شیخ نے مولانا کو اپنی تعلیقات پر مشتمل نسخہ مہیا فرمایا اور مولانا نے انہیں ترتیب دے کر شائع کیا۔

۳:- حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی فضائلِ درود شریف کا عربی ترجمہ کیا، یہ کتاب عنقریب چھپ کر عام ہوگی۔

۴:- صحیح بخاری پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے درسی افادات، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ ''لامع الدَّراري'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب پر کافی عرصہ سے تحقیقی کام کر رہے تھے اور آخر تک اسی میں مشغول رہے، خاص طور پر کتاب کے مقدمہ پر ان کے قیمتی اضافات اور گراں قدر تعلیقات ہیں، جن کی کچھ تفصیل ان کی زبان سے سنی ہے اور پیشِ نظر تحریر کا حصہ ہے، اللہ کرے کہ مولانا کی یہ مفید حدیثی خدمت جلد منظرِ عام پر آئے اور ان کی روح کی مزید آسودگی کا باعث بنے۔

۵:- ''كشف الأستار عن زوائد البزار'' علامہ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب

ہے، جو محدثِ کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں چھپی ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کام شروع کیا اور دو جلدوں پر ان کا کام مکمل ہو چکا تھا، برادرم مولانا محمد مظاہری حفظہ اللہ کے مطابق یہ دو جلدیں بھی جلد چھپ جائیں گی، ان شاء اللہ!

۶:- تواریخ مدینہ کی چند کتابوں پر بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا کام ہے، جو ان کے شاگرد شیخ حسین شکری کے نام سے چھپی ہیں۔

۷:- ''الدر المنضود شرح سنن أبی داؤد'' مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہم کی اردو شرح ہے۔ اس شرح میں مولانا بھی اپنے استاذ محترم کے معاون رہے ہیں اور کتاب پر ان کے بعض قیمتی اضافات ہیں، جو انہی کی نسبت کے ساتھ چھپے ہوئے ہیں۔

۸:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب شائع شدہ ہے۔

چند علمی افادات

مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے چند ہی مجلسیں رہیں، ان مجلسوں میں ان کے خوانِ علم سے جو بکھرے موتی چنے، ان میں سے بعض فوائد، افادہ عام کی غرض سے ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:

۱:- انگوٹھی کے متعلق فرمایا: ''یہ آج کل سنتِ متروکہ بن گئی ہے (۱)، علماء بھی نہیں پہنتے، حالانکہ بخاری شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھے انگوٹھیوں کا ذکر ہے، اس سلسلے میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل رسالہ ''جزء الخاتم'' بھی ہے اور میرے مطالعہ اور یاد کے مطابق (ہوسکتا ہے کہ اس سے زیادہ ہوں) حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ انگوٹھیاں تھیں۔ مہر کے کے لیے صرف ایک انگوٹھی تھی، اس کے علاوہ بھی گیارہ تھیں، جبکہ بخاری شریف میں ہی اس کے علاوہ پانچ انگوٹھیوں کا ذکر ہے۔

ایک روایت میں ہے: ''فَصُّهُ حَبَشِيٌّ'' (سنن ابوداود: ۴۲۱۶) یعنی کالا پتھر تھا، جس کو سلطانی پتھر کہتے ہیں اور بادشاہ وامراء پہنتے ہیں، موجودہ سعودی فرماں روا شاہ سلمان اور حرم کے ایک امام بھی پہنتے ہیں۔ شراح نے یہاں ''حبشی پتھر'' لکھا ہے، حالانکہ ''حَبَش'' نامی جگہ ہے، جو ''یمن'' میں ہے، جہاں سے پتھر نکلتے ہیں، یہ وہ ''حبشہ'' نہیں ہے۔ یہ بات مجھے پڑھنے کے دوران سمجھ نہیں آئی تھی، بعد میں سمجھ میں آئی۔

۲:- ایک ہی راوی کے متعلق بعض اوقات ائمہ جرح وتعدیل کے مختلف جوابات ہوتے ہیں، مولانا نے فرمایا: ''بعض اوقات یہ مختلف روایات، مختلف اسئلہ کی بنا پر ہوتی ہیں، مثلاً: ایک ہی راوی

حاشیہ: (۱)...... یہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق تھی، عام فقہاء اہلِ افتاء کی رائے کے مطابق مردوں کے لیے انگوٹھی پہننے کا حکم یہ ہے کہ ایک مثقال (ساڑھے چار ماشے یعنی ۴ گرام اور ۳۷۴ ملی گرام) [4.374] سے کم وزن کی چاندی کی انگوٹھی یا چھلا پہننا جائز ہے، چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، البتہ عام آدمی کے لیے چاندی کی انگوٹھی بھی نہ پہننا بہتر اور افضل ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب من کرہہ، رقم الحدیث: ۴۰۴۹ اور ردالمحتار، ج: ۶، ص: ۳۶۲-۳۶۳)

کے متعلق ایک موقع پر کہہ دیتے ہیں: ’’فلانٌ ثقة‘‘ اور دوسرے موقع پر کہتے ہیں: ’’لا بأس به‘‘.

۳- ’’امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ’’لا بأس به‘‘ کا مطلب ’’ثقة‘‘ ہی ہے، ان کے ہاں (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی) ’’تقریب التهذیب‘‘ والا معنی مراد نہیں ہوتا۔ ائمہ کے درمیان بھی ان اصطلاحات میں کافی فرق ہے، کسی کے نزدیک ’’لا بأس به‘‘ ثقاہت کے لیے ہے اور کسی کے نزدیک ضعف کا ایک درجہ ہے۔‘‘

۴- شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا: ’’ان کے ہاں احادیث پر حکم لگانے کی بنیادیں ’’تقریب التهذیب‘‘، ’’لسان المیزان‘‘ اور ’’میزان الاعتدال‘‘ ہیں، میرے نزدیک محض ان کتب کی بنیاد پر حکم لگانا جائز نہیں۔ خود ان کے تلامذہ نے ان کی اغلاط پر رد لکھے ہیں اور کئی ردود آچکے ہیں۔‘‘

۵:- ’’آج کل میرا سارا ذہن ’’لامع الدّراريّ‘‘ کی طرف ہے، ’’لامع الدّراريّ‘‘ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ کا آخری باب ہے: ’’ما أُلِّف حولَ الجامع الصحیح‘‘ یعنی صحیح بخاری کے متعلق لکھی گئی کتابیں، اس میں ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو چھبیس (۱۲۶) کتابوں کا ذکر کیا ہے، مولانا عبدالسلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’’سیرة الإمام البخاري‘‘ (میں ایک سو چھیالیس (۱۴۶) کا تذکرہ کیا ہے، اس میں متفرق زبانوں کے تراجم کا بھی ذکر کیا ہے۔) میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے تین نمبروں پر تنقید کی ہے، میرے شیخ نے جہاں سے نقل کیا ہے، ان سے غلطی ہوئی ہے، غلطی پر تنبیہ کر کے درست بات ذکر کر دی ہے۔ مولانا مبارک پوری سے بھی کئی غلطیاں ہوئی ہیں۔ حضرت شیخ کی ایک سو چھبیس (۱۲۶) پر میں نے دو ہزار (۲۰۰۰) ناموں کا اضافہ کیا ہے اور شیخ کے ہاں متفرق غیر مرتب تذکرہ تھا، میں نے بیالیس (۴۲) ابواب قائم کیے ہیں اور ان ابواب میں سے ہر باب کے تحت بتایا ہے کہ اس میں کیا کیا چیزیں ہیں؟ اور بخاری شریف کے متعلق تین سو زیادہ کتابیں میرے پاس ہیں۔

ان ابواب میں سب سے پہلے رواۃِ بخاری کو لیا ہے، پھر روایاتِ بخاری اور اس کے بعد نسخِ بخاری کا ذکر ہے۔ بخاری کے سامعین تو نوے ہزار سے زیادہ ہیں، لیکن جن سے بعد میں روایت چلی ہے وہ صرف رواۃ چار ہی ہیں، ساتویں صدی ہجری سے محاملی کو پانچواں راوی قرار دینے کی غلطی چلی آرہی ہے، اس پر اہم رد لکھا ہے کہ محاملی رحمۃ اللہ علیہ سامع تھے، راوی نہیں تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آخری بار بغداد گئے تو ’’الجامع الصحیح‘‘ ان کے پاس نہیں تھی، اس موقع پر انہوں نے محدثین کے طریقے کے مطابق اپنے حفظ سے احادیث بیان کیں، ان میں سے بعض احادیث وہی ہیں جو بخاری شریف میں ہیں، سامعین میں محاملی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے بھائی اور دیگر لوگ بھی تھے، اس کو لے کر محاملی رحمۃ اللہ علیہ کو راوی قرار دے دیا گیا اور یہ غلطی پہلے شیخ الحرم امام طبری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی اور اب تک چلی آرہی ہے، میں نے بتایا

ہے کہ محاملی سامعین میں سے تھے، راوی نہیں تھے، ورنہ تو ان کے بھائی کو بھی راوی قرار دے دینا چاہیے، ان کو تو کوئی بھی راوی نہیں کہتا۔ اس کے ساتھ لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر کتابوں ''التاریخ الكبير، التاريخ الأوسط، التاريخ الصغير، الأدب المفرد اور خلق أفعال العباد'' کے راوی کون کون ہیں؟ ان میں سے بعض ''الجامع الصحيح'' کے بھی راوی ہیں اور بعض صرف انہی کتابوں کے راوی ہیں، بخاری کے نہیں۔

پھر نسخوں کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور ہم نے لکھا ہے کہ بخاری شریف کے تیس نسخے ہیں، جیسے یونینی اور عبداللہ بن سالم بصری کے نسخے مشہور ہیں، اب تک بخاری شریف کا آخری نسخہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ نسخہ کی تعریف کسی نے نہیں کی کہ نسخہ کسے کہتے ہیں؟ ہر منسوخ چیز کو نسخہ نہیں کہا جاتا، ہم نے یوں تعریف کی ہے: ''نسخہ وہ ہوتا ہے کہ جس کے لکھے جانے کے بعد عرصہ دراز تک کاتب اس میں مشغول رہے، دیگر نسخوں کا پتہ چلے کہ ان کے ساتھ اس کا تقابل کرے اور فروق کو ذکر کرے، یعنی جس نسخہ کے ساتھ کاتب کا بہت اعتنا رہا ہو۔'' جیسے عبداللہ بن سالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نسخہ کے ساتھ بیس سال تک اعتنا کیا ہے اور فروق کو حواشی میں ذکر کرتے رہے، یونہی یونینی نے بھی اپنے نسخے کا بیس سال سے زیادہ اعتنا کیا ہے۔

بخاری شریف کے سب سے بڑے راوی امام فِرَبری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، لیکن وہ صاحبِ نسخہ نہیں ہیں، حالانکہ بخاری شریف کی اصل انہی کی پاس پہنچی ہے، جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف کی تھی، اللہ کرے کہیں مل جائے، انہوں نے تین بار امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف سنی ہے۔''

۶:- اسی موقع پر دعا کے بعد فرمایا: ''ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب دعا کراتے تھے تو اتنا سنا جاتا تھا کہ شروع میں ''سبحانک اللّٰهم'' کہتے تھے اور آخر میں ''وصلی اللّٰه وسلم...''، درمیان میں آہستہ دعا فرماتے تھے، میں بھی شیخ کے انداز پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن ایک دعا بآواز پڑھ لیتا ہوں، ہمارے حضرت شیخ نے بعد میں ایک حدیث اہتمام سے چھپوائی تھی، ''سننِ ترمذی'' میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں کیں، ہمیں ان میں سے کچھ بھی یاد نہ رہا، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے بہت دعائیں کیں، لیکن ہمیں کچھ بھی یاد نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں ایسی دعا نہ بتاؤں جو ان سب کی جامع ہو؟ یوں دعا کرو:

''اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْهُ نَبِيُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْکَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.''

یہ ساری دعاؤں کی جامع دعا ہے۔ بعض حضرات اس دعا میں ''وَعِبَادُکَ الصَّالِحُوْنَ'' کا

اضافہ کرتے ہیں، یہ اضافہ حدیث میں نہیں ہے، لیکن جائز ہے اور زائد ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو سب کو جامع ہیں تو ''عباذُک الصالحون'' کو بھی جامع ہیں۔''

۷:-فرمایا: امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''ما له فيه ذوق المحدثين.'' (تاریخ الإسلام، ترجمۃ ابن الجوزی)

۸:-''ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے فقہاء کے مذاہب ذکر کیے جاتے تو کہا کرتے تھے: ''أنا محمدي المذهب''، اس پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں محمد بن عمر داودی کا بیان نقل کیا ہے: ''كان لا يعرف من الفقه لا قليلا ولا كثيرا'' (تاریخ الإسلام، ترجمۃ ابن شاہین)

۹:-مولانا نے فرمایا: ''کسی عالم کی دوسرے عالم کے متعلق رائے پر اعتماد کے لیے میری نظر میں تین شرائط ہیں: ۱:-معاصرت، ۲:-معاشرت، ۳:-ملازمت۔''

مولانا مظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور چند کتبِ حدیث کی طباعت

مولانا مرحوم، مولانا حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''كشف النقاب عما يقوله الترمذي: وفي الباب'' کے نہایت قدردان تھے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں اس کتاب کی پانچ جلدیں چھپی تھیں، شہادت کے بعد معروضی احوال کی بنا پر یہ کام رک گیا تھا، ''كُلُّ أَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِوَقْتِه'' کے بمصداق ہر کام اپنے وقت پر ہی ہوتا ہے اور اس کے لیے اسباب و ماحول بھی ہموار ہوتے چلے جاتے ہیں، کچھ عرصہ قبل جب جامعہ میں یہ کام دوبارہ شروع ہوا تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی خبر پہنچی، کیا خبر کہ علمِ حدیث کے شغف کے ساتھ ناموں کے اشتراک کو بھی دخل ہو کہ مولانا حبیب اللہ قربان، مولانا حبیب اللہ مختار رحمہما اللہ کی تحقیقی کاوش کے منظرِ عام پر آنے کے لیے فکرمند ہوگئے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ سے رابطہ فرماکر اس کام کے لیے اپنی خدمات پیش فرمائیں اور اس کی طباعت کی جانب اپنے بعض متوسلین کو متوجہ فرمایا، رمضان سنہ ۱۴۳۹ھ کے آخری عشرہ میں مدینہ منورہ میں جامعہ کے بعض اساتذہ کی معیت میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ میں حاضری ہوئی تو اس موقع پر بندہ نے مولانا سے اس کام کی تکمیل کے لیے دعاؤں کا عرض کیا، مولانا فرمانے لگے: ''میں دعاؤں اور دواؤں سب کے لیے تیار ہوں۔'' پھر فرمایا: ''میں ملاقات اور فون پر بات صرف صبح دس سے بارہ کے درمیان کرتا ہوں، بقیہ اوقات میں نہ کسی سے ملاقات کرتا ہوں اور نہ کسی سے فون پر بات کرتا ہوں، اپنے (علمی وتحقیقی) کاموں میں مشغول رہتا ہوں، لیکن اس کتاب کے سلسلے میں نے کہہ رکھا ہے کہ دن رات میں جس وقت چاہو فون کرلو۔'' پھر فرمایا: ''اصل کام تو آگے (تکملہ) کا ہے۔''

موصوف رحمۃ اللہ علیہ چند کتابوں کی طباعت کے لیے نہایت فکرمند تھے:

ا:-''کشف النقاب''اوراس کاتکملہ،۲:-''نثر الأزهار شرح معاني الآثار ''مولانا محمد امین اورکزئی رحمۃ اللہ علیہ اوراس کاتکملہ،۳:-''الاتحاف لمذهب الأحناف ''یعنی مولانا ظہیر احسن نیموی رحمۃ اللہ علیہ کی ''آثار السنن ''پر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر حواشی، اور۴:- ''معارف السنن شرح سنن الترمذي'' کا طبع جدید اور تکملہ۔ اس مجلس میں بھی اور دیگر مختلف مواقع پر ان کتابوں کی طباعت کی جانب توجہ دلاتے رہے، اپنی جانب سے مادی وروحانی تعاون کی یقین دہانی کراتے رہے اور متوسلین کو بھی اس جانب متوجہ فرماتے رہے۔ الحمد للہ! جامعہ میں ان کتابوں پر کام جاری ہے۔ الحمد للہ ''کشف النقاب '' کی مزید چار جلدیں شائع ہوچکی ہیں اور نو جلدوں میں صرف ''أبواب الطهارة''اور''أبواب الصلاة''مکمل ہوئے ہیں، دسویں اور گیارہوں جلد بھی ان شاء اللہ! جلد ہی شائع ہوجائے گی۔ ''الإتحاف''پر بھی کام جاری ہے، جو ان شاء اللہ کچھ عرصہ میں منظر عام پر آجائے گا اور باقی کتب بھی ان شاء اللہ! یکے بعد دیگرے سامنے آئیں گی۔ دیگر حسنات کے ساتھ یہ نیکی بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نامۂ اعمال میں درج ہوگی۔

وفات وتدفین

بروز ہفتہ، بتاریخ ۲۰ رجب ۱۴۴۱ھ بعد نمازِ فجر مسجدِ نبوی-علیٰ صاحبہ آلاف آلاف تحیات و تسلیمات- میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور بقیع میں تدفین ہوئی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ادریس بن عبدالقادر مدنی کی روایت ہے: مجھے ''حديث الرحمة '' سنا کر فرمایا: ''میں نے اپنے شیخ محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی سے یہی حدیث ابتدا میں سنی، شیخ بقیع میں مدفون ہیں، مجھے امید ہے کہ میں بھی بقیع میں دفن ہوں گا۔''

مولانا کی امید بَر آئی اور ساری زندگی جس نبی کی احادیث کے گیت گاتے رہے، اب انہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں تا قیامِ قیامت آرام فرما ہیں۔ مولانا نے پسماندگان میں ایک صاحب زادہ اور دو صاحب زادیاں چھوڑی ہیں۔ برادرم مولانا محمد مظاہری حفظہ اللہ نے ابتدائی کتب مولانا سے پڑھی ہیں، بعد ازاں جامعہ مظاہر علوم قدیم وجدید دونوں سے فیضیاب ہوئے ہیں، البتہ درسِ نظامی کی تکمیل جامعہ مظاہر علوم جدید سے کی ہے۔ مولانا کے علمی ذخیرے کو برادر موصوف ہی سنبھالے ہوئے ہیں اور ان کی اشاعت کی ذمہ داری بخوبی نبھا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی کامل مغفرت فرمائے اور ان کے علوم وفیوض کو تا قیامت جاری رکھے، ان کے صاحب زادے برادرم مولانا محمد مظاہری اور دیگر اہل خانہ کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے، آمین!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....